مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور اکیسویں صدی

ڈاکٹر صوفیہ یوسف*

Abstract

The invention of computers and advent of Information Technology has transformed this vide planet into a global village. This transformation has adversely affected the philosophies of past. Sir Syed had laid the foundations of Muslims Educational conference in 1886 to promote education and reforms among Muslims of India. The aims and objectives of this conference were set and truly pursued. This conference brought positive change in our society and created vibrant and educated youth that culminated in achievement of Pakistan in 1947. After independence this message was further propagated to create reformed, improved and balanced society in the newly created country. This still continues to play its effective role.

This paper investigates in detail the importance, need and worth of pursuit of aims, and objective of Muslims Educational conference in 21st century.

تلخیص

کمپیوٹر کی ایجاد اور انفارمیشن ٹیکنالوجی نے ہمارے کراہ ارض کو گلوبل ویلج میں تبدیل کردیا ہے، جس کی وجہ سے دنیا بھر کے اکثر فلسفیوں کی نظریات پائیدار اور مفید نہیں رہے

---

* چیئرپرسن، شعبہ اردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور۔

لیکن سرسید کی فکر آج بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔سرسید نے ۱۸۸۶ء میں اپنی تعلیمی اور اصلاحی تحریک کے دائرہ کار کو پورے برِصغیر میں پھیلانے کے غرض سے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی اور اپنے رفقا کے صلح و مشورے کے بعد اس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کی۔ ۱۹۴۷ء تک یہ کانفرنس بھرپور طریقے سے برِصغیر میں متحرک رہی اور معاشرے میں مثبت تبدیلی اور سوچ پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد نئی سوچ اور نئے انداز سے مختلف سیاسی، سماجی، مذہبی انہیں معاشرتی اصلاح کے لئے کام کررہی ہیں۔ آج اکیسویں صدی میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اغراض و مقاصد کے کیا اہمیت ہے؟ اور کیوں ؟ یہ مقالہ اس سوال کے مفصل جواب پر مشتمل ہے۔

بیسویں صدی کے چوتھے عشرے میں کمپیوٹر کی ایجاد نے انسان کی شعوری ترقی کے لئے نئی راہیں ہموار کیں۔ کمپیوٹر کی جدید ترقی یافتہ صورت انفارمیشن ٹیکنالوجی کی صورت میں سامنے آئی اور یہ اس ہی ایجاد کا کمال ہے کہ ہمارا کراہ ارض اب ایک چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل ہوگیا ہے۔ آج ہم اپنے گھروں یا آفس میں بیٹھے بیٹھے میلوں دور ہونے والی تبدیلیوں اور واقعات سے سیکنڈوں میں آگاہ ہوجاتے ہیں۔معلومات کی اس تیز رفتار ترسیل نے صدیوں پر انے نظریات کو رد بھی کیا اور نئے نظریات کی بنیاد بھی رکھی۔ کچھ نظریات ایسے بھی ہیں جن کو اس ایجاد سے تقویت ملی۔ جیسے'' تعلیم اور اس کے ذریعے سوسائٹی میں مثبت تبدیلی'' کا سرسید کا فلسفہ آج بھی ہر لحاظ سے اہم اور قوموں کے دوام کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال اور اس سے مثبت انداز میں فیض یاب ہونے کے لئے تعلیم کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ آج دنیا میں وہی قومیں ترقی یافتہ اور طاقت ور ہیں جو تعلیم تحقیق و ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے ہیں۔

اگر ہم ماضی قریب پر ناقدانہ نظر ڈالیں تو متحدہ ہندوستان (British India)میں 1881 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں خواندگی کی شرح 1.2 فی صد تھی یعنی ایک ہزار میں صرف 35 اشخاص لکھ پڑھ سکتے تھے اور ان میں مسلمانوں کا تناسب .1 فی صد تھا۔تعلیم کی ضرورت اور اہمیت کو انیسویں صدی کے اہم سوشل ریفارمر،مفکر، ماہرتعلیم اور قوم

و ملت کے ہمدرد سر سید احمد خاں نے سمجھا اور اس کا اظہار یوں کرتے ہیں:۔

> ’’میں اپنی قوم میں ہزاروں نیکیاں دیکھتا ہوں پر ناشایستہ ان میں نہایت دلیری اور جرات پاتا ہوں پر خوفناک ان میں نہایت قومی استدلال دیکھتا ہوں پر بے ڈھنگا، ان کو نہایت دانا اور عقل مند پاتا ہوں پر اکثر مکرو فریب اور زور سے ملے ہوئے۔۔۔ پس میرا دل جلتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر یہی ان کی عمدہ صفتیں عمدہ تعلیم تربیت سے آراستہ ہوجائیں تو دین اور دنیا دونوں کے لئے کیسی کچھ مفید ہوں‘‘۔۱

اس طرح انھوں نے تعلیم کے میدان میں اپنی قوم کو وقت اور زمانے کے بدلتے حالات کے ساتھ چلنے کی ترغیب دیتے ہوئے اپنے قلم اور عمل سے کئی منصوبوں کا آغاز کیا۔ ان منصوبوں میں سے ایک اہم منصوبہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (1886ء) کا قیام بھی تھا۔

یہ مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ انجمن تھی جس کا ایک خاص قانون اور دستور العمل بھی واضح کیا گیا۔ کانفرنس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو بہتر کرنا اور ان کو سیاست کے گورکھ دھندے سے دور رکھتے ہوئے تعلیمی میدان میں ترقی کی راہ پرگامزن کرنا تھا۔کانفرنس کے پہلے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سر سید نے فرمایا کہ:۔

> اے صاحبو! جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پولیٹکل امور پر بحث کرنے سے ہماری قومی ترقی ہوگی میں اس سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ میں تعلیم کو اور صرف تعلیم ہی کو ذریعہ قومی ترقی سمجھتا ہوں۔۲

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس بنیادی طور پر مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لئے قائم کی گئی تھی اس لیے اس کی توجہ تعلیمی مسائل کی طرف مرکوز رہی۔(۳) آج اکیسویں صدی میں بھی سر سید کی فکر کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں آج بھی مسلمانوں کو جدید دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملاکر چلنے اور درپیش چیلینجز کا مقابلہ کرنے کے لئے تعلیمی میدان میں کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ آل انڈیامسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے قیام کے بنیادی مقاصد یہ تھے کہ:۔

۱۔ مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف مائل کرنا

۲۔ ان کے ماضی کے سرمایے کو محفوظ کرنا

۳۔ ان (مسلمانوں) کے معاشرے میں اصلاحی اقدام کرنا

کانفرنس نے نہ صرف ملی ترقی اور اتحاد کے جذبات پیدا کیے بلکہ اس نے مسلمانان ہند کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جس کی حیثیت کل ہند تھی اور جس میں ہر فرقے اور ملک کے ہر حصے کے لوگ مختلف عقائد رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے شریک ہوئے اور ایک مشترکہ مقصد کے حصول کی جدوجہد میں لگ گئے تھے کانفرنس کا کام یہ نہیں تھا کہ وہ بحیثیت ایک ادارہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے علمی اقدام اٹھائے بلکہ اس کا مقصد تو مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا اور اس سلسلے میں ان کی مدد کرنا تھا۔اس سلسلے میں کانفرنس قرار دادیں منظور کرتی تھی اور ان منظور شدہ قرار دادوں کی حمایت میں کانفرنس کا مرکزی دفتر اور عہدیداراں کو شاں رہتے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر خطوط لکھے جاتے، وفود بھیجے جاتے اور جلسوں میں تقاریر ہوتیں، تجاویز منظور کی جاتیں اور ان اقدامات پر کلی یا جزوی کامیابی بھی حاصل ہوتی تھی۔

مسلمانانِ ہند کی تعلیمی ترقی کے ساتھ کانفرنس کے مقاصد میں مغربی علوم وفنون کی اسلامی روایات کے ساتھ اشاعت علوم اسلامیہ کی تحقیق جدید اور مسلمانوں میں اصلاحی ترقی بھی شامل تھے۔مکتبوں کے فروغ اور اصلاح کے لئے ہر ضلع میں کمیٹیاں قائم کیں جن کے سپرد مکاتب کی نگرانی کا کام تھا۔ (۴) کانفرنس کی کوششوں سے حکومت ہندنے ایک سرکولر ضلع کی لوکل حکومتوں کے نام جاری کیا۔ جس کے چھ نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مکتبوں کو ترغیب دی جائے کے وہ اردو اور قرآن شریف کی تعلیم دیں۔
۲۔ جن مقامات پر عملی کاموں میں اردو رائج ہو وہاں پر اردو کی تعلیم میں آسانیاں بہم پہچائی جائیں۔
۳۔ مکتبوں کے واسطے خاص نصاب تیار کیا جائے۔
۴۔ نصاب میں اردو ریڈروں کے مضامین میں مسلمانی روایات کو شامل کیا جائے ان اندرجات کو خارج کیا جائے جن کو مسلمان پسند نہیں کرتے ہوں۔
۵۔ جہاں کہیں قابلِ عمل ہو مسلمان استار مقرر کیے جائیں۔

۶۔ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے علاحدہ انسپکٹنگ ایجنسی قائم کی جائے۔۵

کانفرنس کے قیام (1886ء) کے بعد اس کے سالانہ جلسے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں ہوتے رہے۔ صوبائی شاخیں پورے ملک میں قائم کی گئیں اور کانفرنس کی کوشش سے علی گڑھ مسلمانوں کا تعلیمی اور ثقافتی مرکز بن گیا۔ ثانوی تعلیم کے متعلق کانفرنس کے دونظریے تھے۔ پہلا گورنمنٹ ہائی اسکولوں اور مڈل اسکولوں میں زیادہ سے زیادہ مسلمان طالب علموں کا داخلہ دوسرا اس قسم کے غیر سرکاری مدارس کی اصلاح اور ترقی، نیز جہاں ضرورت ہو اس طرح کے مدارس کا قیام۔۶ کا نفرنس نے مختلف صوبوں میں مسلمانوں کی ثانوی تعلیم کا جائزہ لیا اور صوبائی کانفرنس قائم کیں۔ تاکہ مقامی ضرورتوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کی حکومت سے امداد حاصل کرسکیں۔۷

کانفرنس نے صرف مدارس کے قیام کی کوشش نہیں کی بلکہ جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں طلبہ کی اقامت گاہوں کا بھی انتظام کیا۔ چنانچہ سورت میں ایک بورڈنگ ہاؤس کے قیام کے لئے ہزاروں روپے کا چندہ کرکے طلبہ کی اقامت کے مسئلے کو حل کیا۔۸ کانفرنس نے ثانوی مدارس کے نصابات، طریقہ تعلیم، امتحانات اور غیر نصابی مشاغل جیسے مسائل کی طرف بھی توجہ کی۔ اس سلسلے میں ۱۹۲۳ء کی یہ تجویز بھی قابل ذکر ہے کہ جملہ اسلامی درسگاہوں میں بتدریج بوائے اسکاؤٹ کی تحریک رائج کی جائے۔۹ یہ اس کانفرنس کی مسلسل و متواتر جدوجہد اور تحریکات کا نتیجہ تھا کہ مسلمانان ہند جدید تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔

کانفرنس کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1886ء میں جب یہ تحریک شروع ہوئی تھی تو اس وقت ہندوستان میں صرف 44 مسلمان اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے تھے ان میں 20 علی گڑھ کے طالب علم تھے۔۱۰ اور یہ کانفرنس کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ:

۱۔ علی گڑھ میں (1920ء) مسلم یونی ورسٹی کا قیام۔

۲۔ علی گڑھ میں مسلم خواتین کے لئے ڈگری کالج کا قیام۔

۳۔ ملک کے مختلف حصوں میں مسلم کالجوں اور اسلامیہ درسگاہوں کا قیام۔

۴۔ انجمن ترقی اردو کا قیام۔

۵۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اور ڈھاکہ یونیورسٹی بنگال کے قیام میں بھی کانفرنس کا کردار اہم رہا۔
۶۔ کانفرنس کے پلیٹ فارم سے یونانی طب (عربی طب) کی اصلاح و تجدید کی تحریک شروع ہوئی تھی جس کا نتیجہ طبیہ کالج علی گڑھ، طبیہ کالج دہلی اور طبیہ کالج حیدرآباد کے قیام کی صورت میں سامنے آیا۔
۷۔ جامعہ ملیہ دہلی کی بنیاد رکھنے والے بھی علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ اور کانفرنس سے وابستہ رہے تھے (مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خان)۔
۸۔ دارالعلوم ندوۃ العلما، دارالمصنفین اعظم گڑھ اور شبلی کالج اعظم گڑھ اسی تحریک کے تعاون سے وجود میں آئے۔

صنعت و حرفت کی تعلیم کی طرف بھی کانفرنس نے توجہ دی نئ مشینوں کی ایجاد نے پرانی صنعت و حرفت کو زوال سے دوچار کردیا تھا۔ اس لئے باقائدہ صنعت و حرفت کی تعلیم و تربیت وقت کا اہم تقاضا تھی۔ صنعتی استحصال کا یہ عالم تھا کہ یورپ میں بنا ہوا مال ہندوستان میں کثرت سے آرہا تھا۔ نتیجے کے طور پر ہندوستان کا صنعت کار و دستکار طبقہ روزبروز بیکاری کا شکار ہوتا جارہا تھا۔[۱۱] کانفرنس نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور ۱۹۰۴ء تجارتی اور صنعتی تعلیم کے لئے وظائف دیئے جانے کی اپیل کی[۱۲] کانفرنس کے سالانہ اجلاسوں میں ماہرین تعلیم کے علاوہ ہر طبقہ فکر کے لوگ شرکت کرتے تھے تعلیمی مسائل اور ان کے حل کے لئے مقالے پڑھے جاتے تھے تمام صوبوں اور ریاستوں میں دورہ کرنے والے سفیروں اور دوسرے کارکنوں کے ذریعے بھی مسلمانوں کو تعلیم کی ترغیب دی جاتی تھی۔ کانفرنس نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنی سرگرمیوں کو درج ذیل ضمنی شعبوں میں تقسیم کیا:

۱۔ تعلیمی کام ۲۔ اصلاح تمدن
۳۔ اردو زبان ادب کی ترویج و اشاعت ۴۔ قومی یک جہتی۔

۱۸۹۹ء کانفرنس میں شعبہ تعلیم نسواں قائم کیا گیا۔ خان بہادر شیخ محمد عبداللہ اس شعبہ

کے سیکریٹری مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد ہر سال کانفرنس کے سالانہ جلسوں کے دوران شعبہ نسواں کے جلسے بھی ہوتے۔ شیخ عبداللہ اور ان کی بیگم وحید جہاں کے تعاون وجدوجہد سے علی گڑھ میں ایک اسکول قائم ہوگیا وہ آج مسلم یونیورسٹی کالج کے نام سے مشہور ہے اور گریجوئیشن کی سطح تک آرٹس اور سائنس کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کالج کی فارغ التحصیل طالبات بڑی تعداد میں یونیورسٹی سے پوسٹ گریجوئیشن اور پی ایچ ڈی کرکے سماج میں اعلیٰ مقام حاصل کررہی ہیں۔'' گویا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں، عورتوں کی تعلیم کو جو فروغ ہو اُس میں بھی کانفرنس کی بالغ نظری اور کوششوں کا بڑا حصہ ہے۔ کانفرنس نے مسلمانوں کو تعلیم نسواں کی جانب متوجہ کرایا کہ مختلف مقامات پر مسلمان لڑکیوں کے لئے مدارس قائم ہوگئے جن میں سے چند اب انٹراور ڈگری کالج تک پہنچ چکے ہیں۔۱۳

کانفرنس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی تعلیمی ترقی ہی تھا اس مقصد کی تکمیل کے لئے کانفرنس نے تعلیمی اہداف کے حصول کے لئے درج ذیل شعبوں میں اپنی تعلیمی کام کو تقسیم کیا:۔

۱۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم	۲۔ اعلیٰ تعلیم
۳۔ مذہبی تعلیم	۴۔ پیشہ ورانہ تعلیم
۵۔ تعلیم نسواں	۶۔ تعلیم السنہ شرفیہ

تعلیمی کاموں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تعلیمی ترقی کے حوالے سے کوئی کمی نہ رہے۔1893ء میں کانفرنس نے تعلیمی مردم شماری کے منصوبے کا آغاز کیا اور اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے علیحدہ شعبہ قائم کیا جس کا مقصد تعلیمی پستی کی وجوہات اور ایسے مسلمان افراد کے بارے میں تحقیقات کرنا تھا جو باوجوہ اہلیت کے اپنے بچوں کو تعلیم دینے سے گریزاں تھے۔چنانچہ 1894ء میں پائلٹ اسٹڈی کے طور پر پنجاب، شمال مغربی صوبہ جات، اودھ اور بہار میں "کرسپانڈنگ ممبرز" (راکین برائے فراہمی اطلاع) مقرر کیے گئے اس مہم میں علی گڑھ کے طلبانے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آگہی مہم کے ساتھ ساتھ کئی مقامات پر ابتدائی نوعیت کے اسکولز بھی قائم کئے اس منصوبے کی رپورٹ میں

مسلمانوں کی معاشی حالت کو ان کی تعلیمی پستی کا سبب بتایا گیا۔ اقتصادی زبوں حالی ہی اعلیٰ تعلیم کے حصول کی راہ میں بڑی رکاوٹ تھی۔

اس سلسلے میں کانفرنس نے ہونہار طلباء کیلئے وظائف کا انتظام کیا۔اسکالر شپ دینے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان طلباء ایم اے تک اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں اس طرح1900ء میں کانفرنس نے قانون کی تعلیم حاصل کرنے والے مسلمان طلباء کو وظائف دینا شروع کیے اس ہی طرح کانفرنس کے 1905ء کے سالانہ اجلاس درج ذیل تجویز بھی منظور کی گئی:

> بغرض حصول تعلیم صنعت و حرفت ہر سال کچھ مسلمان طالب علم ممالک غیر کانفرنس کے اہتمام سے بھیجے جائیں اور جانے والے طالب علم سے معاہدہ کیا جائے کے وہ بعد واپسی اپنی آمدنی کے 5 فی صد اس وقت تک جب تک کل روپیہ ادا نہ ہوجائے ادا کرتا رہے گا۔[۱۴]

سر سید اور ان کے رفقاء اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبرز خلوص دل اور جان فشانی کے ساتھ قوم کی تعلیم و ترقی کے لئے منظّم طریقے سے کام کررہے تھے۔ کانفرنس نے تعلیمی شعبوں میں وظائف دینے کے لئے مستقل فنڈ قائم کیے اور اس سلسلے میں اہل ثروت اور ہمدرد حضرات سے مددلی جاتی تھی کانفرنس کے تمام اکاؤنٹ میں Transparency کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اور ڈونیشن (چندا) دینے والے مخیّر حضرات کو ان کے دیئے گئے پیسے کہاں اور کیسے خرچ کیے جارہے ہیں سال کے آخر میں مکمل رپورٹ دی جاتی تھی۔ کانفرنس نے مغربی علوم کے دوش بہ دوش علوم مشرقی کی تعلیم پر ضروری توجہ کی اور اس سلسلے پر برابر تجاویز اس کے اجلاسوں میں منظور ہوتی رہیں۔ عربی و فارسی کے فروغ اور ترقی کے لیے زور دیا جاتا رہا۔ اور ا ن زبانوں کے طلبہ کی ہمت افزائی کے لئے سفارش کی گئی کہ گورنمنٹ کالجوں کو مسلمانوں کی طرف مخصوص وظائف دیئے جائیں۔ عربی اور فارسی کے کلاسیکی سرمایہ کا محفوظ کرنے کے لئے ان زبانوں کے قدیم مخطوطات کی فراہمی، تحقیق اور اشاعت پر زور دیا گیا۔[۱۵]

تعلیم اور اصلاح تمدن میں چولی دامن کا ساتھ ہے ایک کے بغیر دوسرے میں کامیابی کا حصول ممکن نہیں اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے کانفرنس 1901ء میں شعبہ اصلاح

تمدن قائم کیا۔ اس شعبے نے خواجہ غلام الثقلین کی رہنمائی میں نہایت مفید لٹریچر شائع کیا اور تقریروں اور تحریروں کے ذریعے مسلمانوں میں خراب معاشرتی رسومات کے خلاف احساس پیدا کیا (فضول خرچی، اوہام پرستی، ضعیف الاعتقادی، بیہودہ مشاغل وغیرہ وغیرہ)۔ اس شعبے سے دو رسائل "عصر جدید" اور "سودمند" کے نام سے شائع کیے گئے جو بڑے معروف ہوئے کانفرنس کی یہ کوشش رہی کہ جو روپیہ فضول رسموں میں خرچ کیا جاتا ہے وہ مسلمان بچوں کی تعلیم پر خرچ کیا جائے۔ تاکہ قوم کے مستقبل کو سنوار جا سکے۔ اصلاح رسوم دراصل بڑا نازک معاملہ تھا۔عام اور جاہل مسلمان مروجہ رسومات کو اصل مذہب سمجھے بیٹھے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان رسومات کی اصلاح کرنا کافی دشوار تھا۔ کانفرنس نے اس دشواری کو محسوس کیا۔ اور جب بھی اصلاح رسوم پر زور دیا تو یہ بھی واضح طور پر بتانے کی کوشش کی کہ یہ بتاہ کن رسوم اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے بُری ہی نہیں بلکہ خلاف شریعت بھی ہیں۔۱۶

سرسید اور ان کے رفقانے اردو نثر کو عام سادہ اور پُرتاثیر اسلوب بیان عطا کیا تھا 1903ء میں کانفرنس نے ایک شعبہ ترقی اردو کے نام سے قائم کیا۔ اس شعبہ نے دنیا کی بڑی زبانوں کی اہم کتب کو اردو میں ترجمہ کرے کے شائع کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے عام لوگوں کے تعلیمی شوق میں اضافہ ہوا۔ تراجم کے علاوہ اس شعبے سے مختلف کتب شائع کیں جس کی بدولت اردو ادب کے خزینے میں اہم اضافہ ہوا۔ 1920ء میں یہ شعبہ انجمن ترقی اردو کے طور پر سامنے آیا۔ اس انجمن نے بے شمار کتابیں تیار کرکے شائع کرائیں ملک کے مختلف مقامات پر اس کی شاخیں قائم کیں کتب خانے کھولے کئی رسالہ جات اور اخبارات جاری کیئے۔۱۷

اردو صحافت کے حوالے سے کانفرنس کے قیام سے قبل ہی سر سید احمد خاں نے اخبارات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے علمی و تعلیمی مقاصد کے وسیع تر پھیلاؤکے لئے صحافت کے میڈیم کو استعمال کیا ۱۸۶۶ء میں انسٹی ٹیوٹ گرٹ کے نام سے سائنٹیفک سوسائٹی کا اخبار جاری کیا۔۱۸ شروع میں یہ اخبارہفت روزہ تھا بعد میں سہ روز ہوگیا سرسید

اس میں سیاسی مسائل پر گزارشات لکھتے تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف حکومت اور انگریز کو ہندوستانیوں کے خیالات سے آگاہ کیا جائے تو دوسری طرف ہندوستانیوں کو انگریزی طرز حکومت سے آشنا کیا جائے۔ یہ اخبار سیاسی اور علمی نوعیت کا تھا۔ جو سارے ہندوستانیوں کے لئے نکال گیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں سرسید نے تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ اس رسالے میں ایسے مضامین شائع کیے جاتے جن سے قوم کا انداز فکر بدلنا مقصود تھا۔ سرسید نے صحافت میں علم کا پیونہ لگایا۔ ان کے ساتھ محسن الملک، نواب وقار الملک، مولوی چراغ علی، مولوی ذکاء اللہ، ڈپٹی نذیر احمد،شبلی نعمانی، مولاناحالی اوربہت سے دوسرے علماء کے مضامین تہذیب الاخلاق میں شائع ہوتے تھے۔ان مضامین میں رسم و راج طرز عمل اور معاشرت کی اصلاح پر زور دیاجاتاتھا ہر معاملے میں عقلی اور تنقیدی انداز فکر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی۔**۱۹** مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اخبار کانفرنس گزٹ کے نام سے جاری کیا گیا۔ اس اخبار میں کانفرنس کے اجلاسوں کی رپورٹ کے علاوہ لیکچر بھی شائع کیے جاتے تھے جو کانفرنس کے اجلاسوں کے موقع پر اسکالر اور ادباء پیش کرتے تھے۔ کانفرنس کے مقاصد کے پھیلاؤ اور ان کے حصول کے لیے اس اخبار نے اہم کردار اداکیا۔**۲۰** کانفرنس کے شعبہ نسواں سے ۱۹۰۴ء میں ماہنامہ ''خاتون'' کا اجراء کیا گیا۔ اس رسالے کا مقصد مستورات میں تعلیم عام کرنا اور پڑھی لکھی خواتین میں ادبی ذوق پیدا کرنا تھا۔**۲۱** اردو زبان کی ترقی اور اس حوالے سے ملک میں جو شعورو آگہی اور دل چسپی پیدا ہوئی اس میں کانفرنس کی کوششوں کا بڑا عمل دخل تھا۔

تعلیم، اصلاح تمدن، اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے ساتھ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے ابتدا سے ہی قومی یک جہتی کے فروغ کے لئے بھی کام کیا۔ اس تحریک کا حقیقی مقصد قوم کی ترقی و خوش حالی تھا۔**۲۲** اور اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کے تعلیمی اور سماجی پسماندگی کو دور کرکے ملک میں بسنے والی دوسری قوموں کے برابر کھڑا کیا جائے کانفرنس نے بحث و مباحثہ کا پلیٹ فارم مہیا کیا تا کہ جدید علوم کے بارے میں موجود فرسودہ خیالات اور توہمات کو ختم کیا جاسکے جس میں وہ کافی حد تک

کامیاب رہی۔ کانفرنس کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں ہندوستان خاص طور پر شمالی ہندوستان میں انجمنوں اور تحریکوں کا ایسا نیٹ ورک قائم ہوگیا جس نے انفرادی اور اجتماعی طور پر مسلم کمیونٹی کی فلاح و بہبود اور اردو زبان و ادب کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور مسلم قومیت کے تصور نے جلاپائی اور یہی جداگانہ قومیت کا تصور ہی پاکستان کے قیام کا سبب تھا۔ آج برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں تعلیم اس کی ضرورت اور اہمیت کی جو آگہی ہے وہ سب اس ہی تحریک اور جدوجہد کا نتیجہ ہے جو ایجوکیشنل کانفرنس کے پلیٹ فارم سے کی گئی۔

قیام پاکستان کے بعد تعلیم کے شعبہ کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کی ضرورت تھی یا جتنی اہمیت ہمارے اسلاف نے دی یہی وجہ ہے 21 کروڑ کے آبادی رکھنے والا ہمارا وطن عزیز سنگین مسائل میں گھیرا ہوا ہے اور دنیا کے ساتھ علم کے میدان میں مقابلہ کرنے کے بجائے ہم اندرونی معاملات ہی سلجھا نہیں سکے۔ سرسید کا یہ خیال تھا کہ:۔

ہمیں (مسلمانوں) سیاست سے دور رہے کر پوری توجہ تعلیم پرمرکوز کرنی چاہیے۔۲۳

آج بھی اگر ہم سر سید کی اسی فکر پر اس طرح عمل کریں کہ ہر قسم کی سیاست کو تعلیم کے شعبہ سے الگ رکھا جائے اور قوم کی آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت ہر مفاد سے بالا تر ہوکرکریں تب ہی ہم وطن عزیز کو ایک بہتر قوم دے سکیں گے۔

حوالاجات

۱۔ سید احمد خاں سر، (مدیر) *تہذیب الاخلاق*، علی گڑھ، جلد سوم، یکم شوال ۱۲۸۹ھ، ص ۱۷۴۔

۲۔ امان اللہ خان (مرتب) *آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سو سال*، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سلطان جہاں منزل، علی گڑھ،۱۹۹۴ء، ص ۲۰۶۔

۳۔ اخترالواسع، *سرسید کی تعلیمی تحریک*، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، ص ۳۱۔

۴۔ رویداد اجلاس ۳۱، ۱۹۱۳ء علی گڑھ ۱۹۱۴ ء س ۱۱۷۔

۵۔ انوار احمد ماہروی، (مرتب) *مرقع کانفرنس*، علی گڑھ ۱۹۳۸ء ص ۱۳۔

۶۔ ایضاً ۱۶۔

۷۔ ایضاً ۱۷۔

۸۔ ایضاً۱۸۔
۹۔ رویداد اجلاس ۲۳، ۱۹۲۳ء علی گڑھ، ص ۲۶۔
۱۰۔ آغا حسین ہمدانی (مرتب) *آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس دستاویزات خطبات*، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد،۱۹۸۶ء، ص ۴۶۱۔
۱۱۔ اقبال حسن خاں، *شیخ الہند مولانا محمود الحسن حیات اور علمی کارنامے*، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء، ص ۷۳۔
۱۲۔ *رویداد اجلاس۱۸، ۱۹۰۴ء*، (آگرہ)، ۱۹۰۵ء، ص ۳۱۔
۱۳۔ اختر الواسع، *سرسید کی تعلیمی تحریک*، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، ص ۳۷۔
۱۴۔ آغا حسین ہمدانی (مرتب) *آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس دستاویزات، خطبات*، قومی ادارہ براہ تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۶ء،ص ۴۲۰۔
۱۵۔ *رویداد اجلاس ۳۷، ۱۹۲۴ء*، علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۵۶۔
۱۶۔ *رویداد اجلاس ۱۵، ۱۹۰۱ء*، آگرہ ص ۸۹۔
۱۷۔ غلام حسین ذوالفقار ڈاکٹر، *تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند*، چھٹی جلد، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۸۰ء، ص ۲۶۰۔
۱۸۔ امداد صابری، *تاریخ صحافت اردو* (جلد اول)، دہلی، ۱۹۵۲ء، ص ۵۳۔
۱۹۔ عبدالسلام خورشید ڈاکٹر، *صحافت پاکستان وہند میں*، مکتبہ کاروان، لاہور، ۱۹۶۳ء۔
۲۰۔ مسکین علی حجازی ڈاکٹر، *پاکستان وہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ*، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۲۰۔
۲۱۔ محمد اکرم چغتائی، (ترتیب و تدوین)*مطالعہ سرسید*، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۳۸۔
۲۲۔ امان اللہ خان (مرتب) آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سوسال، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ،۱۹۹۴ء، ص ۲۰۶۔
۲۳۔ الطاف حسین حالی مولانا، *حیات جاوید*، دوست ایسوسی ایٹس، لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۴۵۷۔